طالب الہاشمی

حضرت ابوجندل بن سہیلؓ

۱

اصل نام عاص تھا لیکن تاریخ میں وہ اپنی کنیت ابوجندل سے مشہور ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:
ابوجندل عاصؓ بن سہیلؓ بن عمرو بن عبدِ شمس بن عبدِ ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لُوَیّ۔

حضرت ابوجندلؓ کے والد سہیلؓ بن عمرو رؤسائے قریش میں سے تھے اور اپنی طلاقتِ لسانی کی بدولت ''خطیب قریش'' کے لقب سے مشہور تھے۔ وہ اپنی فصیح و بلیغ اور زوردار تقریروں سے لوگوں میں زبردست جوش اور ولولہ پیدا کر دیا کرتے تھے بدقسمتی سے ان کا سارا زورِ بیان اور ملکۂ خطابت فتح مکہ تک اسلام کے خلاف صرف ہوتا رہا۔ خدا کی قدرت سہیلؓ جس قدر اسلام کی مخالفت میں سرگرم تھے ان کی اولاد اسی قدر اسلام کی والہ و شیدا تھی۔ ان کی دو بیٹیاں سہلہؓ اور اُمِّ کلثومؓ اور دو بیٹے عبداللہؓ اور ابوجندل عاصؓ ان سعادت مند روحوں میں سے تھے جنھوں نے بعدِ بعثت کے ابتدائی زمانے میں دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ حضرت ابوجندلؓ کو ان کے والد نے قبول اسلام کے ''جرم'' کی یہ سزا دی کہ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید خانے میں ڈال دیا جہاں وہ سالہا سال تک قید و بند کی مصیبتیں جھیلتے رہے یہاں تک کہ ہادیِ برحق ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر، اُحد اور احزاب کے معرکے بھی گزر گئے۔

ذیقعدہ ٦ ہجری میں سرورِ عالم ﷺ نے چودہ سو صحابہؓ کے ہم راہ عمرہ کے لیے مدینہ منورہ

سے مکہ معظّمہ کا عزم فرمایا۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے روکنے کا ارادہ کرلیا۔ حضورؐ نے مکہ معظّمہ سے ایک منزل ادھر حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اور قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں اور لڑنا بھڑنا ہمارا مقصد نہیں ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ قریش کچھ مدت کے لیے ہم سے صلح کرلیں۔ اس کے جواب میں قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر حضورؐ کے پاس گفتگو کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس جا کر قریش کو بتایا کہ محمد (ﷺ) کے ساتھی ان سے دیوانہ وار محبت کرتے ہیں اور محمد (ﷺ) کی خاطر وہ اپنی جانیں کسی تامل کے بغیر قربان کر سکتے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ مسلمانوں سے صلح کرلی جائے۔ لیکن قریش نے عروہؓ کی بات نہ مانی۔ حضورؐ نے پھر ایک سفیر بھیجا لیکن قریش نے اس سے بھی بدسلوکی کی اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ایک دستہ بھیج دیا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا لیکن رحمتِ عالم ﷺ نے معاف فرمادیا اور اتمامِ حجت کے لیے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا۔ قریش نے ان کو مکہ میں روک لیا۔

ادھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کردیئے گئے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے اپنے ساتھ آنے والے تمام صحابۂ کرامؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ یہ بیعت تاریخ میں ''بیعتِ رضوان'' کہلاتی ہے کیوں کہ بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی بشارت دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط تھی تاہم مسلمانوں کے جوش وخروش کی خبر پاکر مشرکین مکہ کے حوصلے پست ہوگئے اور وہ مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کرنے پر تیار ہوگئے۔ ان کی طرف سے حضرت ابوجندلؓ کے والد سہیل بن عمرو شرائطِ صلح طے کرنے حدیبیہ آئے۔ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو معاہدۂ صلح لکھنے کا حکم دیا۔ پہلے ''رحمٰن'' اور ''رسول اللہ'' کے الفاظ پر ردوکد ہوئی۔ یہ معاملہ طے ہوا تو پہلی شرط یہ لکھی گئی کہ مسلمان اس سال بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں البتہ آئندہ سال وہ اس مقصد کے لیے آسکیں گے۔

اس کے بعد سہیلؓ نے دوسری شرط یہ پیش کی کہ اہلِ مکہ میں سے جو شخص بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، مسلمانوں کو اسے قریش کے پاس واپس بھیجنا ہوگا اور اگر کوئی مسلمان اہلِ مکہ کے قبضے میں آجائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو یہ شرط بڑی عجیب معلوم ہوئی اور انہوں نے بیک زبان کہا " یہ شرط قرینِ انصاف نہیں اور ہمیں منظور نہیں۔" لیکن سہیلؓ کا اصرار تھا کہ یہ شرط ضرور لکھی جائے۔ ابھی اس پر ردوقدح جاری تھی کہ ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ حضرت ابوجندلؓ کسی طرح قید خانے سے نکل کر گرتے پڑتے حدیبیہ آ پہنچے۔ ان کے ٹخنوں اور پنڈلیوں سے خون رس رہا تھا، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ پکار پکار کر مسلمانوں سے فریاد کر رہے تھے:

"مسلمانو! دیکھو اسلام لانے کے جرم میں میرے والد نے میری یہ گت بنائی ہے کیا تم مجھے اس مصیبت سے نجات نہیں دلاؤ گے؟"

انہیں اس حال میں دیکھ کر مسلمانوں میں کہرام مچ گیا لیکن سہیل بپھر گئے اور کہنے لگے:

"اے محمد (ﷺ) اس صلح نامے کی تکمیل اسی صورت میں ہوگی کہ پہلے اس سر پھرے کو واپس کیا جائے۔ شرائطِ صلح پورا کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا: "بھائی یہ شرط تو ابھی لکھی بھی نہیں گئی اس لیے ابوجندل پر اس کا اطلاق کیسے ہوسکتا ہے؟"

سہیل نے چمک کر جواب دیا۔ "کچھ بھی ہو جب تک ابوجندل کو ہمارے حوالے نہیں کیا جائے گا ہم کسی شرط پر صلح نہیں کریں گے۔"

سرورِ عالم ﷺ اور صحابۂ کرامؓ نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ کسی طرح نہ مانے۔ بالآخر حضورؐ نے سہیل کی شرط قبول کر لی اور فرمایا:

"اچھا تم ابوجندل کو اپنے ساتھ واپس لے جاؤ۔"

اس موقع پر حضرت ابوجندلؓ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور بآواز بلند پکارے:

"اے گروہِ مسلمین! ایک مسلمان کو پھر مشرکوں کے سپرد کر رہے ہو تاکہ وہ اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ سکیں۔ ذرا میرے جسم پر ان کی مار کے نشانات دیکھو کہ کس طرح ان سے خون کے دھارے بہہ رہے ہیں۔"

ان کی فریاد سن کر حضرت عمر فاروقؓ بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ، کیا آپ پیغمبرِ برحق نہیں ہیں؟"

فرمایا، "بے شک میں پیغمبرِ برحق ہوں۔"
حضرت عمرؓ نے پوچھا "کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟"
حضورؐ نے فرمایا، "بے شک ہیں۔"
حضرت عمرؓ نے عرض کیا، "پھر ہم دب کر صلح کیوں کریں۔"
حضورؐ نے فرمایا، "میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہی میرا حامی و ناصر ہے۔"

حضرت عمر فاروقؓ حضورؐ کا ارشاد سن کر خاموش ہو گئے اب حضرت ابوجندلؓ نے پھر فریاد کی:

"مسلمانو کیا تم مجھے اس لیے قریش کے حوالے کر رہے ہو کہ وہ مجھے دینِ حق سے برگشتہ کریں۔"

سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ابوجندلؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ابوجندل صبر کرو، ہمارے طرزِ عمل کا نتیجہ بہت جلد ظاہر ہونے کو ہے (یہ آپؐ نے کنایتاً فرمایا) اللہ تمہارے اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔"

غرض حضرت ابوجندلؓ اسی طرح پابہ زنجیر سہیلؓ کے حوالے کر دیے گئے اور صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔

رحمتِ عالم ﷺ عمرہ کیے بغیر ہی صحابہؓ کے ہمراہ عازمِ مدینہ ہوئے تو بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً

اے رسول ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کی

یہ ارشادِ خداوندی فی الحقیقت ان فتوحات اور کامرانیوں کی نوید تھا، جو مسلمانوں کو آئندہ حاصل ہونے والی تھیں ورنہ اکثر صحابہؓ سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے دب کر صلح کی ہے۔

سرورِ عالم ﷺ حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لائے تو بنوثقیف کے ایک مظلوم

مسلمان حضرت ابوبصیرؓ کسی طریقے سے کفارِ مکہ کے پنجۂ ستم سے چھوٹ کر مدینہ آ گئے۔ مشرکین مکہ نے انہیں واپس لانے کے لیے اپنے دو آدمی حضورؐ کے پاس بھیجے۔ آپؐ نے معاہدۂ حدیبیہ کی شرط کے مطابق حضرت ابوبصیرؓ کو ان آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ اثنائے راہ میں حضرت ابوبصیرؓ نے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ آ گیا۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر واقعہ بیان کیا، اتنے میں حضرت ابوبصیرؓ بھی بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ آپؐ کو اللہ نے اپنی ذمے داری سے سبکدوش کر دیا کیوں کہ آپؐ نے معاہدے کی شرط پوری کر دی۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے مجھے مشرکوں کے پنجۂ ستم سے نجات دلا دی۔''

حضورؐ نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''اس شخص کو اگر چند ساتھی مل جائیں تو یہ جنگ کے شعلے بھڑکا سکتا ہے۔''

حضرت ابوبصیرؓ سمجھ گئے کہ حضورؐ انہیں ضرور مکہ واپس بھیج دیں گے وہ چپکے سے مدینہ کے ساحلی مقامات کی طرف نکل گئے اور مکہ سے شام جانے والے تجارتی راستے کے قریب ایک مقام کو اپنا مستقر بنالیا۔

چند دن بعد حضرت ابوجندلؓ بھی کسی طرح موقع پا کر قید سے نکل بھاگے اور حضرت ابوبصیرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ اسی طرح کچھ اور مظلوم مسلمان بھی قریشِ مکہ سے بچ کر وہاں آ گئے، رفتہ رفتہ حضرت ابوبصیرؓ کے پاس خاصی جمعیت ہوگئی۔ ان لوگوں نے اب قریش کے تجارتی قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیے۔ یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ قریش کے لیے کوئی تجارتی قافلہ بھیجنا مشکل ہو گیا۔ اس طرح تجارت، جس پر ان کی معیشت کا انحصار تھا سخت خطرے میں پڑ گئی۔ اب وہ سر جوڑ کر بیٹھے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کو واپس نہ کرنے کی شرط کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب تک یہ شرط قائم ہے ان کے پنجے سے نکل جانے والے مسلمان قریش کی تجارت کے لیے خطرہ بنے رہیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ یہ شرط منسوخ کر دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں ایک قاصد بھیج کر درخواست کی کہ خدا اور صلۂ رحمی کا واسطہ اس شرط کو منسوخ کر دیں اور ابوبصیرؓ، ابوجندلؓ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے پاس بلالیں۔ آیندہ جو مسلمان بھاگ جائے گا وہ آزاد ہے آپ اس کو واپس کرنے کے پابند نہ ہوں گے۔

حضورؐ نے قریش کی درخواست منظور فرمالی اور حضرت ابوبصیرؓ کی جماعت کو ایک خط لکھا

کہ ابوبصیر اور ابوجندل ہمارے پاس مدینہ آ جائیں اور دوسرے لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ جب یہ نامۂ مبارک حضرت ابوبصیرؓ کو ملا تو وہ بسترِ مرگ پر تھے، اسے پڑھتے پڑھتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ حضرت ابوجندلؓ نے نمازِ جنازہ پڑھا کر اسی جگہ سپردِ خاک کر دیا اور خود ارشادِ نبوی کی تعمیل میں مدینہ چلے آئے۔ مدینہ آنے کے بعد حضرت ابوجندلؓ نے فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ تمام غزوات میں سرورِ عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔

حضرت ابوجندلؓ حضورؐ کے وصال تک مدینہ منورہ ہی میں رہے اور عہدِ صدیقی بھی یہیں گزارا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں شام جانے والے مجاہدین میں شامل ہو گئے اور رومیوں کے خلاف متعدد معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ اہلِ سیَر کا بیان ہے کہ وہ مسلسل چھ سال تک شام کے میدانِ جہاد میں سرگرم و غار رہے۔ ۱۸ھ میں طاعونِ عمواس کی وبا پھیلی تو دوسرے ہزاروں مجاہدین کی طرح حضرت ابوجندلؓ بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے اور گھر سے سینکڑوں میل دور میدانِ جہاد میں وفات پائی۔

ابنِ جریر طبری نے حضرت ابوجندلؓ کے قیامِ شام کے زمانے کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کچھ مجاہدین سے شراب نوشی کی لغزش سرزد ہو گئی۔ حضرت ابوجندلؓ بھی ان میں شامل تھے۔ امیرِ شام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت کے مطابق ان سب پر مجمع عام میں حد جاری کی (ہر ایک کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے)۔ ان اصحاب کو اپنی لغزش اور اس سزا پر اتنی ندامت ہوئی کہ منہ چھپا کر بیٹھ رہے اور باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حضرت ابوجندلؓ بہت زیادہ حساس تھے۔ ان کے دماغ پر بہت برا اثر پڑا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ان کی حالت سے مطلع کیا اور درخواست کی کہ ابوجندلؓ کے نام ایک تسلی آمیز خط لکھ دیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوجندلؓ کے نام یہ خط لکھا:

> ''عمر کی طرف سے ابوجندل کے نام۔ اللہ ان لوگوں کی خطا کبھی نہیں معاف کرے گا جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ اس سے کم درجہ کے خطاواروں کو اگر اس کی مرضی ہوگی تو معاف کر دے گا۔ لہٰذا تم توبہ کرو، سر اٹھاؤ، باہر نکلو اور مایوس نہ ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اے میرے بندو، جنہوں نے اپنے نفس کے ساتھ زیادتیاں کی

ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، وہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تقاضائے بشری کی بنا پر کسی صحابی سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو وہ اپنے اوپر بخوشی حد بھی جاری کروا لیتے تھے اور سخت ندامت بھی محسوس کرتے تھے۔ اسی لیے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوجندلؓ کو بطورِ خاص خط لکھ کر تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ شرک کے سوا سب گناہ معاف کر دے گا اس لیے تم عزلت گزینی مت اختیار کرو۔ اس خط سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوجندلؓ مسلمانوں میں بڑی قدر و منزلت کے حامل تھے اور حضرت عمر فاروقؓ کے نزدیک ان کی بڑی وقعت تھی۔

حافظ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوجندلؓ شعر و شاعری میں بھی درک رکھتے تھے اور بڑے اچھے شعر کہہ لیتے تھے۔ انہوں نے ''الاستیعاب'' میں حضرت ابوجندلؓ کے چند اشعار نقل بھی کیے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ